جلد ۳۴ | ۲۴ ماہ صلح ۱۳۲۵ ہش | ۲۰ صفر ۱۳۶۵ھ | ۲۴ جنوری ۱۹۴۶ء | نمبر ۲۱

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۳ ماہ صلح سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۸½ بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کو گذشتہ شب نیند اچھی طرح نہیں آئی۔ گھٹنوں میں ابھی سختی ہے۔ تاہم کچھ ٹہل لیتے ہیں۔ عام طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ احباب حضور کی کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

حضرت اُم المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

آج دس بجے صبح تعلیم الاسلام کالج کے کھلے میدان میں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز استسقاء پڑھائی۔ جس میں بہت سے احباب شریک ہوئے اور بارش کیلئے دعا کی

مہتمم صاحب وقار عمل اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ۲۵ جنوری کو جو وقار عمل منانے کا اعلان کیا گیا تھا۔ وہ بعض وجوہ کی بنا پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔

خطبہ جمعہ

اصلاحِ نفس اور تبلیغ احمدیت میں کامیابی حاصل کرنیکا گر

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

"الفضل" کے ایک گذشتہ پرچہ میں انچارج صاحب بیعت کی سالانہ رپورٹ کی بنا پر تبلیغ احمدیت پر خاص زور دینے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اب اس بارہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا ۲۸ دسمبر ۱۹۴۳ء کو فرمودہ خطبہ جمعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں حضور نے تبلیغ میں کامیابی کا گر بیان فرمایا ہے۔ احباب اسے پیش نظر رکھتے ہوئے تبلیغ کے لئے غیر معمولی جدوجہد کریں ؛ ایڈیٹر

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

انسانی فطرت ہمیشہ ہی ہدایت کی جستجو میں رہتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا یقینی اور قطعی امر ہے۔ کہ اس کے متعلق کبھی بھی ایک عقلمند اور غور و فکر کرنے والا انسان شبہ میں نہیں رہ سکتا۔ لیکن باوجود اس کے

انسانی تعصبات

اتنے بڑھ گئے ہیں۔ اور عارضی پردے انسان کی عقل پر اتنے پڑ گئے ہیں۔ کہ بالعموم ایک انسان دوسرے انسان کے متعلق بدظنی کی طرف زیادہ مائل رہتا ہے۔ اور اگر اسے دوسرے کی کوئی نیکی معلوم ہوتی ہے۔ تو وہ اس کو منافقت کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ یہ حالت دماغی ہمیشہ ہی فتنے اور فساد پیدا کرتی چلی جاتی ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو ہدایت سے محروم بھی کر دیتی ہے۔ بلکہ مایوسی پیدا ہی اسی وجہ سے ہوتی ہے۔

مایوسی اور بدظنی لازم و ملزوم ہیں

اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر تاکید فرمائی ہے۔ فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ۔ کہ تو لوگوں کو ہمیشہ سمجھاتا رہ۔ کیونکہ

دُنیا کا مشاہدہ

اس بات پر گواہ ہے۔ اور تجربہ اس کا شاہد۔ کہ ہمیشہ ہی انسان کو نصیحت کرنے اور سمجھانے سے فائدہ ہوتا ہے اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اسی مایوسی کو دُور فرمایا ہے۔ کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے بعض لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ لوگ ہماری باتیں نہیں سنیں گے۔ اور اگر سنیں گے تو توجہ نہیں کریں گے۔ اور اگر توجہ کریں گے۔ تو ان کو قبول نہیں کریں گے۔ اور نہ وہ

صحیح راستہ

جو انہیں بتایا جائے گا۔ اسے اختیار کریں گے اور اگر انہوں نے صحیح راستہ اختیار کر لیا۔

ایڈیٹر۔ غلام نبی

بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

اور ہماری بات کو مان بھی لیا۔ تو صداقت کو علی الاعلان قبول کرنے کی جرأت نہیں کرینگے۔ یہ چار خیالات انسان آپ ہی اپنے ذہن میں پیدا کر لیتا۔ اور پھر اپنے نفس کو یہ کہتے ہوئے خوش کر لیتا ہے۔ کہ میں نے لوگوں کی ہدایت کے لئے پورا زور لگا لیا۔ حالانکہ یہ

انسانی فطرت پر بدگمانی

ہے۔ اور ایسا خیال کرنا واقعات کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہر انسان کے اندر جستجو کا مادہ رکھا ہوا ہے۔ اور چونکہ یہ طبعی مادہ ہے۔ اس لئے کوئی بھی اس سے محروم نہیں۔ انسان خواہ ہندو ہو خواہ عیسائی۔ خواہ یہودی ہو۔ خواہ مجوسی اندرونی طور پر اس کا دل چاہتا ہے۔ کہ میں صحیح راستہ اختیار کروں لیکن بدظنیاں۔ شقاق۔ لڑائیاں اور صحیح ذرائع کا میسر نہ پہنچنا اس کو برائی کی طرف مائل کر دیتے یا ہدایت سے کلیۃً محروم کر دیتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل مولود یولد علی الفطرۃ یا ایک حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کہ جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ

فطرتِ صحیحہ یا فطرتِ اسلامی

پر پیدا ہوتا ہے۔ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہونے کے یہی معنی ہیں کہ فطرتی طور پر اس کے اندر یہ خوبی رکھی جاتی ہے۔ کہ وہ سچائی کے آگے سر جھکا دے کیونکہ اسلام کے معنی اطاعت و انقیاد کے ہیں۔ پس ہر بچہ کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات داخل کی ہے۔ کہ وہ سچائی کے آگے سر جھکا دے۔ مگر جب وہ بڑا ہوتا ہے۔ تو فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں۔ یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔ یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یعنی اس کی فطرت پر دوسرا غلاف چڑھا دیا جاتا ہے اور

جب اس کے سامنے ایسے عقائد بیان کئے جاتے ہیں جو فطرتِ صحیحہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ تو وہ اسی رَو میں بہہ جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فطرتِ انسانی میں نیکی رکھی گئی ہے۔ اور وہ کبھی نہیں بدلتی۔ ہاں عارضی پردہ اس پر پڑ جائے۔ تو فطرت کی روشنی مدھم ہو جاتی ہے۔ مگر جب بھی وہ پردہ اس سے اٹھا دیا جائے۔ فطرت اپنی اصل صورت میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کوئی کہے کہ

جب ایک شخص بعد میں یہودی یا عیسائی یا مجوسی بن جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ فطرت بھی بدل جاتی ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ فابواہ یغیران فطرتہ۔ کہ اس کے ماں باپ اس کی فطرت کو بدل دیتے ہیں بلکہ آپ نے جو کچھ فرمایا۔ وہ یہ ہے۔ کہ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کہ اس کے ماں باپ کے اثرات کی وجہ سے وہ یہودی ہو جاتا

ہے۔ یا عیسائی ہو جاتا ہے۔ یا مجوسی ہو جاتا ہے۔ اب یہودی عیسائی یا مجوسی ہو جانا اور چیز ہے۔ اور فطرت انسانی کا بدلنا اور چیز ہے۔ فطرت کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا ہے۔ کہ پہاڑ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا آسان ہے مگر

فطرت کا بدلنا مشکل ہے

گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتا دیا۔ کہ جب میں کہتا ہوں۔ کہ فطرت صحیحہ کے

باوجود انسان میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ تو اس تبدیلی سے سطحی تبدیلی مراد ہوتی ہے۔ ورنہ فطرت وہیں قائم رہتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے عورتیں برقعہ پہن لیتی ہیں۔ اب اگر ایک عورت برقعہ پہنے اور کوئی شخص اس برقعہ کو دیکھ کر کہدے کہ اس

کی آنکھیں بھی ماری گئی ہیں۔ اور اس کا چہرہ بھی مسخ ہو گیا ہے۔ تو ہر شخص اسے بے وقوف کہے گا۔ کیونکہ ان چیزوں پر برقعہ کے ذریعہ صرف پردہ پڑا ہوتا ہے۔ ورنہ چیزیں اصل میں موجود ہوتی ہیں۔ اسی طرح بچہ ماں باپ کے اثرات کے نتیجہ میں یہودیت۔ یا نصرانیت یا مجوسیت کا برقعہ پہنتا ہے۔ فطرت نہیں بدلتی کیونکہ پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے۔ مگر فطرت میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ تو فطرتِ انسانی اسی جگہ قائم رہتی ہے۔ البتہ ماں باپ اس کی عادت میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اس کے سطحی خیالات میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اور وہ ایک دھوکے میں آ جاتا ہے۔ جیسے خدا تعالےٰ نے تو سردی اور گرمی کا الگ الگ موسم بنایا ہوا ہے مگر جب کسی کو ملیریا چڑھتا ہے۔ تو اسے سخت گرمی میں بھی سخت سردی محسوس ہونے لگ جاتی ہے۔ مگر کوئی نہیں کہتا۔ کہ اس کی فطرت بدل گئی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ مرض ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے اعصاب میں کمزوری واقعہ ہو گئی ہے۔ ورنہ اس کی فطرت نہیں بدلی۔ چنانچہ جونہی اس کا بخار اترتا ہے۔ فوراً اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے۔ اسی طرح بعض بخار ایسے ہوتے ہیں۔ جن میں سخت گرمی محسوس ہوتی ہے۔ سردی کے ایام ہوتے ہیں۔ لوگ آگ تاپ رہے ہوتے ہیں۔ سردی کے مارے ٹھٹھر رہے ہوتے ہیں۔ مگر مریض کہہ رہا ہوتا ہے کہ مجھے آگ لگ گئی۔ میرے کپڑے اتار دو۔ بلکہ بعض امراض تو ایسے ہیں۔ جو بہت لمبے چلے جاتے ہیں۔ اور ان کے نتیجہ میں بیمار سردی کے ایام میں سوتے وقت لحاف سے اپنا پاؤں باہر نکال لیتا ہے۔ ایسے مریض کو جب بھی دیکھو گے تمہیں معلوم ہوگا

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا ضروری پیغام

تحصیل بٹالہ کے ووٹروں کے نام

میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ تمام احباب جن پر میری بات کا کوئی اثر ہو سکتا ہے تکلیف اٹھا کر بھی اور قربانی کر کے بھی آنے والے چند دنوں میں چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے حق میں پراپیگنڈا کرینگے۔ اور جب ووٹ کا وقت آئیگا۔ تو کسی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے ہوئے اپنے مقررہ حلقہ میں پہنچکر ان کے حق میں ووٹ دینگے۔

والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

نوٹ:- تحصیل بٹالہ کا پولنگ مختلف مقامات پر ازیکم فروری ۱۹۴۶ء تا ۱۴ فروری ۱۹۴۶ء ہوگا۔ اور مخصوص طور پر قادیان کا پولنگ از ۲ فروری تا ۷ فروری ہوگا جس کی تفصیل کے لئے دوسرا نوٹ صفحہ ۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔ خاکسار مرزا بشیر احمد ۲۲-۱-۴۶

کیا آپ وقف ایام کے مجاہدین کی فوج میں شامل ہو چکے ہیں؟

احباب جماعت سے وقف ایام کی تحریک کی اہمیت پوشیدہ نہیں۔ تبلیغ ایک جہاد ہے۔ اور جہاد کی صورت اسی صورت میں قائم ہو سکتی ہے۔ کہ ہر شخص اپنے گھر سے خرچ کر کے خدا کے نام کو بلند کرنے کیلئے نکل جاوے اور قطعی طور پر اپنے تئیں چند روز تبلیغ کیلئے وقف کر دے۔ پس دوست جلد اپنے نام بھجوائیں اور مطلع کریں کہ کتنے روز کیلئے اور کب تبلیغ کے لئے جا سکیں گے۔ (ناظر دعوت و تبلیغ)

کہ وہ اپنا سارا جسم لحاف سے ڈھک سکے گا۔ مگر پیر نہیں ڈھکیگا۔ حالانکہ دوسرے لوگوں کو اس وقت سخت سردی محسوس ہو رہی ہوتی ہے۔ اور سردی سے ان کے پیر سُن ہو رہے ہوتے ہیں۔ اب اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ دنیا سے سردی مٹ گئی۔ یا گرمی جاتی رہی بلکہ درحقیقت اس شخص کی

فطرت پر ایک پردہ

پڑجاتا ہے۔ جب وہ پردہ دور کر دیا جاتا ہے۔ تو وہ فوراً اپنی اصل حالت پر آجاتا ہے۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مضمونوں کو بیان کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے یا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ فطرت ایسی چیز ہے۔ جو کبھی نہیں بدلتی۔ اور جب ہر بچہ فطرتِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے تو کسی وقت انسانوں کی انسانیت سے مایوس ہو جانا محض حماقت اور نادانی ہے۔ یہی مایوسی جب اپنی ذات کے متعلق پیدا ہوتی ہے۔ تو انسان گناہوں میں بڑھ جاتا ہے۔ اور یہی مایوسی جب دوسرے لوگوں کے متعلق اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ تبلیغ چھوڑ دیتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے آپ سے مایوس ہو کر

اپنے نفس کی اصلاح

ترک کر دیتا ہے۔ وہی وقت اس کی اصلاح اور روحانی ترقی کا ہوتا ہے۔ مگر وہ عین وقت پر اپنی کوششوں کو چھوڑ دیتا۔ اور اس طرح عظیم الشان نیکیوں کے حصول سے کلیتہً محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے کہ ؎

قسمت تو دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

یہی اس شخص کی مثال ہوتی ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے۔ اور کرتا ہے۔ اور کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر جس وقت اس پر فضل نازل ہونے والا ہوتا ہے۔ اور تاریکی وہ ظلمت کا پردہ اٹھنے والا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ مجھ سے اپنی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اور مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے گناہوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ انسان گناہوں میں کتنا ہی ملوث کیوں نہ ہو۔ اگر وہ یہ کوشش کرتا رہتا ہے۔ کہ میں گناہوں سے بچوں اور اسی کوشش میں اس کی موت واقع ہو جائے۔ تو جہاں تک میں نے اسلام اور قرآن کا مطالعہ کیا ہے۔ میرا مذہب یہی ہے۔ کہ وہ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے

انعامات کا مستحق

ہوگا۔ سزا کا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر وہ واقعہ میں گناہوں کی دلدل میں پھنس گیا تھا اور اس نے اس دلدل سے نکلنے کی پوری کوشش کی۔ اور کوشش کرتا چلا گیا۔ اور اسی حالت میں اسے موت آگئی۔ تو موت پر اس کا کیا اختیار تھا۔ کہ وہ اسے روک سکتا۔ یہ موت خداتعالیٰ کی طرف سے اس پر آئی۔ اور اس موت کے آجانے کی وجہ سے وہ گناہوں کی دلدل سے نکلنے سے محروم رہا۔ ورنہ اگر موت نہ آتی۔ تو ممکن تھا۔ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا۔ پس چونکہ موت خداتعالیٰ کی طرف سے آئی۔ اور اس پر ایسی حالت میں آئی۔ جبکہ گناہوں سے نکلنے کی وہ پوری کوشش کر رہا تھا اس لئے یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ خداتعالیٰ اسے یہ کہے کہ جا جہنم میں۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے جہنم میں جانے کا باعث خداتعالیٰ کا فعل ہوگا (نعوذ باللہ) اس کا فعل نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس عقیدہ سے گناہوں پر دلیری پیدا ہو جاتی ہے؟ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ فیصلہ کرنا۔ کہ وہ گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا یا نہیں خداتعالیٰ کا کام ہے۔ انسان کو کیا پتہ کہ میں واقعہ میں گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہوں۔ یا اگر چاہوں۔ تو ان سے بچ سکتا ہوں۔ پس چونکہ یہ فیصلہ خداتعالیٰ نے کرنا ہے۔ اس لئے گناہوں پر یہ دلیر نہیں ہو سکتا۔ غرض جو شخص گناہوں سے بچنے کی سچے طور پر کوشش کرتا ہے۔ اور اسی کوشش میں مر جاتا ہے۔ وہ یقیناً نیک کہلاتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے وہ لوگ جو جرمن انگلستان اور فرانس کی لڑائی میں مارے گئے۔ گو انہوں نے فتح نہیں دیکھی۔ مگر کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ فتح انہی لوگوں کے ہاتھ نصیب ہوئی ہے۔ جو زندہ رہے ہیں۔ بلکہ

فتح کا سہرا

جس طرح زندوں کے سر رہتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے سر بھی رہتا ہے۔ جو جنگ کی حالت میں مارے گئے۔ چنانچہ قوموں نے اس کا عملی رنگ میں اعتراف کرتے ہوئے جنگ عظیم کے بعد قومی فتح کا نشان یہی قرار دیا۔ کہ جنگ میں مرنے والے ایک مردہ کو ایک خاص جگہ گاڑ دیا گیا۔ جہاں سال میں ایک دفعہ وہ سب یادگاری میلہ کرتے ہیں۔ اور بادشاہ تک وہاں جاتا ہے۔ اس طرح ان قوموں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ ہماری فتح ان مرنیوالوں کے ذریعہ ہوئی ہے جنہوں نے اپنی جانیں قوم اور ملک کے لئے قربان کر دیں۔ اسی طرح جو شخص شیطان سے لڑتا ہوا مارا جاتا ہے۔ خداتعالیٰ کے نزدیک اس کی حیثیت شکست خوردہ انسان کی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی حیثیت اس شخص کی سی ہوتی ہے۔ جو لڑائی میں مارا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت احادیث سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بہت سے گناہ کئے مگر آخر اسے توبہ کا خیال پیدا ہوا۔ اس زمانے میں رائج خیال یہی تھا۔ کہ توبہ بغیر علماء کی اجازت کے قبول نہیں ہو سکتی۔ یہ خیال یہودیوں اور عیسائیوں میں اب تک پایا جاتا ہے۔ بلکہ

عیسائیوں میں

میں تو یہ خیال اتنا غالب ہے۔ کہ ان کے نزدیک پادری کے سامنے اقرار جرم کئے بغیر انسان بخشا ہی نہیں جاتا۔ ہماری طرح ان میں یہ نہیں۔ کہ خداتعالیٰ کے سامنے روئیں اور معافی طلب کریں۔ بلکہ ان میں یہ ضروری تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ انسان پادری کے سامنے توبہ کرے۔ اسی قومی رواج

قادیان کا پولنگ پروگرام

حلقہ مسلم تحصیل بٹالہ کے ووٹروں کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ قادیان کے ووٹروں کا پولنگ مردوں کے واسطے ۲ فروری و ۴ فروری و ۵ فروری ۱۹۴۶ء مقرر ہوا ہے۔ اور عورتوں کے واسطے ۵ فروری و ۶ فروری و ۷ فروری ۱۹۴۶ء مقرر ہوا ہے۔ یہ تاریخیں صرف ان لوگوں کے لئے ہیں۔ جن کا ووٹ قادیان میں درج ہے۔ تحصیل بٹالہ کے باقی ووٹروں کے لئے دوسری تاریخیں مقرر ہیں۔ پس قادیان کے مرد ووٹروں کو یکم فروری ۱۹۴۶ء کی شام تک قادیان پہنچ جانا چاہیئے اور مستورات کو ۴ فروری کی شام تک۔ مرد اور عورتوں کے لئے جو تین تین دن مقرر ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ وہ ان تین دنوں میں سے جس دن چاہیں ووٹ دے سکتے ہیں۔ بلکہ ہر دن کے لئے سرکاری طور پر علیحدہ علیحدہ ووٹر مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں پس پولنگ سے ایک دن قبل قادیان پہنچ جانا ضروری ہے۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد ۴۶/۱/۲۲

کے مطابق وہ مختلف علماء کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نے یہ گناہ کئے ہیں۔ اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ جب وہ کسی عالم کو اپنا واقعہ سناتا۔ تو وہ کہتا کہ تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اگر تیرے جیسے انسان کی توبہ قبول کر لی جائے۔ تو دنیا میں گناہ کی انتہا نہ رہے۔ وہ چونکہ علاوہ اور گناہوں کے قتل کا بھی مرتکب رہ چکا تھا۔ اور بڑا بھاری قاتل تھا۔ اس لئے وہ کہتا۔ کہ اگر میری توبہ قبول نہیں ہو سکتی تو میں تم کو بھی زندہ نہیں رہنے دیتا۔ چنانچہ وہ اسے قتل کر دیتا۔ پھر وہ دوسرے کے پاس گیا۔ پھر تیسرے کے پاس گیا۔ پھر چوتھے کے پاس گیا۔ مگر سب اس کی توبہ قبول کرنے سے انکار کرتے رہے۔ اور وہ ہر ایک کو قتل کرتا گیا۔ آخر لوگوں نے اسے کہا۔ کہ تو توبہ کے لئے گھر سے نکلا ہے مگر قتل کر کے اور بھی گنہگار ہوتا جاتا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ میں تو توبہ کرتا ہوں۔ مگر لوگ کہتے ہیں۔ تیرے لئے توبہ کا دروازہ بند ہے۔ اس لئے میں غصہ میں آ کر انہیں بھی قتل کر دیتا ہوں۔ آخر لوگوں نے اُسے کہا کہ فلاں علاقہ میں ایک شخص ہے تو اس کے پاس جا امید ہے کہ وہ تیری توبہ قبول کر لیگا۔ جب وہ چلا۔ تو ابھی وہ راستہ میں ہی تھا۔ کہ اس کی جان نکل گئی اس پر

ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب

کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔ ملائکہ عذاب نے کہا۔ کہ ہم اس کی روح دوزخ میں لے جائینگے کیونکہ یہ گنہگار تھا۔ مگر ملائکہ رحمت کہتے کہ یہ توبہ کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ پس ہم اُسے جنت میں لیجائینگے۔ آخر اللہ تعالے کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا۔ کہ کس کی بات صحیح ہے۔ اور اس شخص کے متعلق کیا فیصلہ کرنا چاہئے اللہ تعالے نے فرمایا۔ کہ تم یہ دیکھو۔ کہ وہ اس مقام کے زیادہ قریب ہے۔ جہاں توبہ کرنے جا رہا تھا۔ یا اس مقام کے زیادہ قریب ہے جہاں سے وہ گناہ کر کے نکلا تھا۔ جب ملائکہ ان جگہوں کو ناپنے لگے۔ اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے اس راستہ کو جو توبہ کا تھا چھوٹا کر دیا مگر اس راستہ کو جو گناہ والا تھا لمبا کر دیا۔ اور فرمایا کہ چونکہ یہ توبہ کے مقام کے زیادہ قریب ہے اس لئے اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ اسے جنت میں لیجایا جائے۔ اس حدیث کے یہ معنے نہیں۔ کہ خدا تعالے اور اس کے ملائکہ کے درمیان ضرور اس قسم کی باتیں ہوئی ہوں۔ یہ اصطلاحی الفاظ ہوتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہوتے مر جاتا ہے۔ تو ملائکہ تردد میں پڑ جاتے ہیں۔ ملائکہ تو احکام الٰہی کی اطاعت کیا کرتے ہیں۔ تردد کا مفہوم صرف یہ ہے۔ کہ جس وقت کوئی جان توبہ کی کوشش کرتے ہوئے نکلتی ہے۔ اور بظاہر حقیقی توبہ اسے نصیب نہیں ہوتی۔ تو ملائکہ میں ایک اضطراب سا پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ تو جنت کا مستحق ہے۔ دوزخ کا نہیں۔ اور پھر خدا تعالے بھی انہی کی تائید کرتا ہے۔

غرض انسان جب اپنی فطرت سے مایوس ہو جاتا ہے۔ تو گناہ میں بڑھ جاتا ہے۔ اور جب دوسروں سے مایوس ہو جاتا ہے تو تبلیغ میں سست ہو جاتا ہے۔ کئی لوگ ہیں۔ جو میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ حق تو یہی ہے۔ مگر لوگ مانتے نہیں۔ میں ہمیشہ ان سے کہتا ہوں۔ کہ اگر لوگ واقعہ میں نہیں مانتے تو ہماری جماعت میں جو لوگ نئے داخل ہوتے ہیں یہ کہاں سے آتے ہیں۔ اگر لوگ ایسے ہی سنگدل اور حقیقت سے بے بہرہ ہو گئے ہیں۔ کہ وہ سچائی کی باتیں سنتے ہیں مگر مانتے نہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی آدمی نہ تھا۔ پھر وہ وقت آیا۔ جب آپ کے ساتھ ہزاروں آدمی تھے۔ اور اب تو لاکھوں تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر کسی زمانہ میں پنجاب میں بھی کوئی شخص آپکا معتقد نہ تھا اور اب نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا کے تمام براعظموں میں احمدی پھیل گئے ہیں۔ اگر یہ سچ بات ہے۔ کہ دنیا نہیں مانتی تو پھر اتنے لوگ کہاں سے آ گئے۔ یہیں دیکھ لو۔ اب جو لوگ اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہیں جو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ میں

آپ پر ایمان لائے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس مجمع میں بہت کم ایسے لوگ ہونگے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شکل دیکھی۔ زیادہ تر وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی تصویر دیکھی پھر کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے شکل تو دیکھی۔ مگر آپ کی صحبت میں بیٹھنے کا انہیں موقعہ نہ ملا۔ اور بہت قلیل ایسے لوگ ہیں۔ جو غالباً درجنوں سے بڑھ نہیں سکتے جنہوں نے آپ کی باتیں سنیں اور آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا انہیں موقعہ ملا۔ مگر آخر یہ لوگ کہاں سے آئے۔ میری پیدائش اور بیعت قریباً ایک ہی وقت سے چلتی ہے۔ اور جب میں نے کچھ ہوش سنبھالا۔ اس وقت کئی سال تبلیغ پر گزر چکے تھے۔ لیکن مجھے اپنے ہوش کے زمانہ میں یہ بات یاد ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیر کے لئے نکلتے تو صرف حافظ حامد علی صاحب ساتھ ہوتے۔ ایک دفعہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسی طرف سیر کے لئے آنا یاد ہے۔ میں اس وقت چونکہ چھوٹا بچہ تھا۔ اس لئے میں نے اصرار کیا۔ کہ میں بھی سیر کے لئے چلونگا۔ اس زمانہ میں یہاں جھاؤ کے پودے ہوا کرتے تھے اور یہ تمام علاقہ جہاں اب تعلیم الاسلام ہائی سکول بورڈنگ اور مسجد وغیرہ ہے۔ ایک جنگل تھا۔ اور اس میں جھاؤ کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوا کرتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرف سیر کے لئے تشریف لائے اور میرے اصرار پر مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ مگر تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ میں تھک گیا ہوں۔ اس پر کبھی مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھاتے اور کبھی حافظ حامد علی صاحب۔ اور یہ نظارہ مجھے آج تک یاد ہے۔ تو وہ ایسا زمانہ تھا۔ کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تھا۔ مگر آپ کو ماننے والے بہت قلیل تھے۔ اور قادیان میں آنے والا تو کوئی کوئی تھا لیکن آج یہ زمانہ ہے کہ ہمیں بار بار یہ اعلان کرنا پڑتا ہے۔ کہ

قادیان میں ہجرت کر کے آنے سے پیشتر

لوگوں کو چاہئے۔ کہ وہ اجازت لے لیں۔ اور اگر کوئی بغیر اجازت کے یہاں ہجرت کر کے آئے تو اُسے واپس جانے پر مجبور کیا جا سکتا ہے کیونکہ اب آبادی خدا تعالے کے فضل سے اتنی بڑھ گئی ہے۔ کہ منافق بھی یہاں کھپ جاتے ہیں۔ پھر جن کو ذرا بھی باہر دشمنوں کی طرف سے تکالیف پہنچتی ہیں۔ اور وہ ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو کہتے ہیں۔ چلو قادیان میں ہجرت کر کے چلیں۔ اس طرح کمزور ایمان والے بھی قادیان میں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ غرض اس وقت یہ اعلان کیا جاتا تھا۔ کہ جس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ بھی ہو اُسے چاہئے کہ ہجرت کر کے قادیان آئے اور اب ہمیں شرطیں لگانی پڑتی ہیں۔ اور کہنا پڑتا ہے۔ کہ جس کے دل میں بڑا پختہ ایمان ہو۔ صرف وہ آئے۔ دوسروں کے آنے کی ضرورت نہیں۔ پھر کجا وہ وقت تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بائیکاٹ کر دیا جاتا۔ برتن بنانے والوں کو آپ کے برتن بنانے سے۔ سقوں کو آپ کا پانی بھرنے سے اور چوہڑوں کو آپ کے مکانات کی صفائی کرنے سے روک دیا جاتا۔ اور کجا آج یہ حالت ہے۔ کہ قادیان میں ہر پیشے والے کثرت سے احمدی پائے جاتے ہیں۔ بلکہ بعض پیشوں میں ۸۰۔۹۰ فیصدی اور بعض پیشوں میں سو فیصدی احمدی ہی احمدی نظر آتے ہیں شاید آج سے چند سال پہلے میں یہ نہ کہہ سکتا۔ کہ ہر پیشہ کے احمدی قادیان میں بکثرت موجود ہیں۔ کیونکہ خاکروب جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ احمدی نہیں تھے۔ مگر اب اللہ تعالے کے فضل سے بہت سے خاکروب بھی احمدی ہیں اور کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہر پیشہ کے احمدی قادیان میں موجود ہیں پھر ان علاقوں میں جہاں پھرنے سے وحشت ہوتی تھی۔ اور جہاں جھاؤ ہی جھاؤ نظر آتا تھا۔ وہاں اب اللہ تعالے کے فضل سے عمارتیں ہی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ اور یا ان رستوں میں چلنے سے انسان گھبراتا تھا۔ یا اب یہاں تقریریں ہوتیں اور جلسے ہوتے ہیں۔ تو اگر یہ درست ہے۔ کہ

انسانی فطرت

اتنی گری ہوئی ہے۔ کہ وہ حق بات مانتی نہیں۔ تو یہ لوگ کہاں سے آ گئے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ انسان کبھی صحیح راستہ اختیار نہیں کرتا۔ وہ یا افراط کی طرف چلا جاتا ہے۔ یا تفریط کی طرف یا تو وہ کہتا ہے۔ کہ میری اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔ اور یا وہ یہ کہنے لگ جاتا ہے۔ کہ میں ہی اصلاح کے قابل تھا۔ باقی دنیا اصلاح کے قابل نہیں۔ اسی طرح اگر اس کے اندر خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے میری یہ کہاں قسمت ہے کہ مجھے ہدایت حاصل ہو۔

اور جب اسے ہدایت مل جاتی ہے۔ تو وہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کہ میں ہی دنیا میں ایک خوش قسمت انسان ہوں۔ میں ہی جنتی اور اللہ تعالےٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا ہوں۔ باقی سب دوزخی اور جہنمی ہیں حالانکہ اگر یہ آپ ڈوبتا ہے۔ تب بھی نقصان ہے۔ اور اگر یہ تو بچ جاتا ہے۔ مگر لوگ ڈوب جاتے ہیں۔ تب بھی نقصان ہے۔ کمال تو یہ ہے۔ کہ یہ بھی نہ ڈوبے۔ اور دوسرے لوگ بھی نہ ڈوبیں۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انسان اپنے نفس پر بھی بدظنی نہ کرے۔ اور دوسرے لوگوں پر بھی بدظنی نہ کرے۔ اگر وہ اپنے آپ پر بدظنی نہ کرے۔ اور اپنے رب پر بھی بدظنی نہ کرے۔ اور یہ سمجھے۔ کہ وہ سخت گیر اور سنگدل نہیں۔ بلکہ رحم کرنے والا اور گنہگار کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ مجھے چاہیئے۔ کہ میں گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا چلا جاؤں۔ تو اول تو وہ دنیا میں ہی کامیاب ہو جائے گا۔ اور شیطان کے پنجہ سے رہائی پا جائے گا۔ اور اگر دنیا میں کامیاب نہ ہوا۔ اور اسی جدوجہد میں اسے موت آ جائے۔ تب بھی خدا تعالےٰ کا فضل اسے ڈھانپ لے گا۔

غرض انسان اگر اپنے نفس پر بدظنی ترک کر دے۔ تو اس سے اس کے گناہ بھی کم ہو جائیں۔ اور اس کے دل میں کام کرنے کی امنگ اور جوش پیدا ہو جائے۔ اسی طرح اگر وہ دنیا پر حسن ظنی کرے۔ اور سمجھے کہ اگر مجھے ہدایت مل سکتی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ دوسروں کو نہیں مل سکتی۔ یقیناً جس طرح مجھے ہدایت ملی۔ اسی طرح دوسروں کو بھی ہدایت مل سکتی ہے۔ تو اس کے نتیجہ میں وہ ان کو تبلیغ کرنے سے غافل نہیں ہوگا۔ اور اپنی کوشش میں مشغول رہے گا۔ یہاں تک کہ انہیں ہدایت حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ اس امر کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ کہ وہ لوگ جو ایک وقت صداقت کے شدید ترین دشمن ہوتے ہیں۔ دوسرے وقت میں اسی صداقت کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے والے بن جاتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص ایک مشہور صحابی گزرے ہیں۔ گو مسلمانوں کا ایک طبقہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ وہ بہت ذہین اور ہوشیار تھے۔ وہ جب مرض الموت سے بیمار ہوئے۔ تو ایک دوست ان کی عیادت کے لئے گئے۔ اور پوچھا کہ کیا حال ہے وہ یہ سنکر رو پڑے اور کہنے لگے۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میں فوت ہو جاتا تو مجھے یقین ہوتا۔ کہ میں بخشا جاؤنگا۔ کیونکہ اس وقت ہم ہر قسم کے عیبوں سے بچے ہوئے تھے۔ مگر آپ کی وفات کے بعد کئی واقعات ایسے پیش آئے ہیں۔ کہ اب اپنے اعمال کے متعلق مجھے شبہ پیدا ہو گیا ہے (حضرت عمرو بن العاص دراصل معاویہ کی طرف سے حضرت علیؓ سے جنگ کرتے رہے تھے۔ اور شائد اسی کا ان کی طبیعت پر اثر تھا۔ پھر کہنے لگے میرا عجیب حال ہے۔ ایک زمانہ مجھ پر ایسا گزرا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ قابل نفرت وجود مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا تھا میں نے جونہی آپ کا دعوےٰ سنا۔ دل میں آپ سے بغض پیدا ہو گیا۔ اور اسی بغض کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل کبھی نہ دیکھی۔ بلکہ اتنی نفرت پیدا ہو گئی۔ اتنی نفرت پیدا ہو گئی۔ کہ میں کبھی یہ پسند نہ کرتا۔ کہ میں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک جگہ جمع ہوں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مجھے ہدایت دی۔ اور میں مسلمان ہو گیا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مجھے اتنی محبت پیدا ہو گئی۔ اور آپ کی اس قدر عظمت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ کہ میں آپ کے جلال اور آپ کے رعب کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور آج یہ حالت ہے۔ کہ اگر کوئی مجھ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھے تو میں نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ بغض کے وقت مجھے آپ سے اتنا بغض تھا۔ کہ اس بغض کی شدت کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل کبھی نہ دیکھی۔ اور محبت کے وقت مجھے آپ سے اتنی محبت پیدا ہو گئی۔ اور آپ کی اس قدر عظمت میرے دل پر مستولی ہو گئی۔ کہ آپ کے رعب اور جلال کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل کبھی نہ دیکھی۔ یہ

کتنا عظیم الشان تغیر

ہے۔ جو ان میں پیدا ہوا۔ اگر اس قسم کے لوگ پہلے زمانہ میں ہو سکتے تھے۔ تو یقیناً آج بھی ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔

پس مومن کو کبھی بھی فطرت انسانیہ پر بدظنی نہیں کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ بدظنی اپنی ذات کے متعلق ہو۔ اور خواہ دوسرے لوگوں کے متعلق۔ جب تک ہماری جماعت کے دوست اس نقص کو دور نہ کریں۔ اس وقت تک نہ ان کے گناہ دور ہو سکتے ہیں۔ اور نہ وہ تبلیغ میں پورے جوش سے حصہ لے سکتے ہیں۔

گناہوں سے بچنے کے لئے

ضروری ہے۔ کہ انسان نہ اپنی ذات پر بدظنی کرے۔ اور نہ خدا تعالےٰ پر بدظنی کرے۔ دنیا میں مختلف کام مختلف میعاد کے اندر ہوتے ہیں۔ کوئی دس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی بیس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی تیس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی چالیس سال کے اندر ہوتا ہے کوئی پچاس سال کے اندر ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہوں سے بھی کوئی جلدی بچ جاتا ہے۔ کوئی دیر میں بچتا ہے۔ اور کوئی بہت ہی دیر میں بچتا ہے۔ اس کا کام صرف اتنا ہی ہے۔ کہ وہ کوشش کرتا چلا جائے۔ اس سلسلہ میں اس کا اپنی کامیابی دیکھنا ضروری نہیں۔ ہاں باطنی کامیابی اسے فوراً حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ دلوں کو دیکھتا ہے ظاہر کو نہیں دیکھتا۔ جب کوئی شخص اپنی اندرونی صفائی کے لئے کوشش شروع کر دیتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ اسی وقت کامیاب سمجھا جانے لگتا ہے۔ گو دنیا کے نزدیک اس کی کامیابی میں ابھی کچھ دیر ہو۔ پس مومن کو بدظنی کے مرض سے بہت بچنا چاہیئے۔ میں قریباً ہر قوم کے لوگوں سے مل کر دیکھا ہے۔ کہ ان میں نیک اور شریف النفس لوگ پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں سے مجھے جب بھی ملنے کا موقعہ ہوا ہے۔ میں نے ان کی اکثریت کو

شرافت اور نیکی کی خواہش

اپنے دل میں رکھنے والا پایا ہے۔ اور ان میں سے اکثر کو سچائی کی جستجو ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ اگر ان کے سامنے سچائی پیش کی جائے۔ تو وہ اس کو قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکتے ہوں۔ کیونکہ دل میں سچائی کے حصول کی تڑپ ہونا اور بات ہے۔ اور سچائی کو کسی روک کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے قبول کر لینا اور بات ہے۔ لیکن بہرحال ملاقاتوں اور خطوط سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہندوؤں میں کثرت ایسے لوگوں کی ہے۔ جن کے دلوں میں

اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کی ایک تڑپ

ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جسے روحانیت کہتے ہیں۔ روحانیت خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کی تڑپ کا نام ہے۔ جس کے اندر یہ تڑپ تھوڑی ہو۔ اس میں تھوڑی روحانیت ہوتی ہے۔ اور جس میں یہ تڑپ زیادہ ہو۔ اس میں زیادہ روحانیت ہوتی ہے۔ اور عدم روحانیت اس بات کا نام ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کا خیال انسان کے دل میں نہ ہو۔ جو شخص خدا تعالےٰ کی محبت اور اس کی رضا کے ماتحت کام نہیں کرتا۔ وہ چاہے جتنی بھی نیکی کرے دنیادار کہلاتا ہے۔ مگر وہ شخص جو

خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے

کوئی کام کرتا ہے۔ وہ چاہے کتنی ہی حقیر نیکی کرے دیندار کہلائے گا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اس لئے چندہ دیتا ہے۔ کہ اسے نام و نمود اور شہرت حاصل ہو۔ اس کا جتھہ مضبوط ہو۔ تو وہ دنیادار کہلائیگا لیکن اگر کوئی شخص صرف ایک پیسہ یا دو پیسے چندہ دیتا ہے۔ مگر اس لئے دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہو۔ تو وہ روحانی آدمی کہلائے گا۔ یورپ میں آجکل لاکھوں نہیں کروڑوں روپے صدقہ و خیرات دینے والے موجود ہیں۔ مگر کوئی شخص انہیں روحانی آدمی نہیں کہتا۔ کیونکہ ان کی غرض محض یہ ہوتی ہے۔ کہ ہماری قوم مضبوط ہو جائے۔ ہمارا جتھہ بڑا ہو جائے اور ہمیں دنیا میں عزت اور شہرت حاصل ہو جائے اسی لئے وہ باوجود بڑی بڑی رقوم چندہ دینے کے دنیادار کہلاتے ہیں۔

لیکن خدا تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی کے لئے اگر کوئی چھوٹی سے چھوٹی رقم بھی چندہ میں دیتا ہے۔ تو وہ روحانی آدمی کہلاتا ہے۔

تو میرا تجربہ یہ ہے کہ دنیا کے اکثر لوگوں میں روحانیت پائی جاتی ہے۔ سوائے آوارہ گردوں اور اوباشوں کے بلکہ ان میں سے بھی ایک طبقہ ایسا ہے۔ جس کے اندر خشیت اللہ ہوتی ہے۔ لیکن اس طبقہ کو مستثنےٰ کرتے ہوئے میرا تجربہ یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو حقیقی آوارگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کے سوا دنیا کے ہر شخص میں کچھ نہ کچھ روحانیت ہوتی ہے۔ مگر آوارگی کی تعریف جو مَیں کرتا ہوں وہ دوسرے لوگوں سے مختلف ہے۔ میں چور کو آوارہ نہیں کہتا۔ میں ایک بدکار کو بھی آوارہ نہیں کہتا۔ آوارہ میرے نزدیک وہ ہے۔ جو اپنے وقت کو رائگان کھوتا۔ اور اسے ہنسی اور مخول میں ضائع کر دیتا ہے۔ ایسے لوگوں میں ہرگز روحانیت نہیں پائی جا سکتی۔ مَیں نے چوروں میں بھی روحانیت دیکھی ہے۔ میں نے بدکاروں میں بھی روحانیت دیکھی ہے۔ مگر میں نے ان لوگوں میں روحانیت نہیں دیکھی جو بیکار بیٹھے رہتے اور ہا ہا ہُو ہُو کر رہے اور لوگوں پر ہنسی اور تمسخر اڑا رہے ہوتے ہیں۔ بلکہ جرم کرنے والوں میں احساس گناہ اور احساس ندامت زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے بعض عبادت کرنے والوں میں کبر پیدا ہو جاتا ہے مگر یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں دنیا میں ہر گنہگار میں احساس ندامت نہیں ہوتا۔ جیسے ہر عابد میں کبر نہیں ہوتا۔ یہ صرف بعض لوگوں کی قسمیں ہیں بہرحال

روحانیت ایک وسیع چیز ہے

اور میرے نزدیک ننانوے فی صدی لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ صرف ایک فیصدی وہ لوگ ہیں جن پر دنیا داری کامل طور پر چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور روحانیت کے حصول کی کوئی خواہش ان کے دلوں میں نہیں ہوتی۔ مگر ایسے آدمی جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ بہت کم ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ دہریہ بھی ایسے نہیں ہوتے۔ دہریہ انسان ایک خاص عمر میں ہوتا ہے۔ مگر پھر جوں جوں اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔ اس کی دہریت بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ جن دہریوں سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آیا۔ جو چند سال گذرنے کے بعد اپنی دہریت پر قائم رہا ہو۔ ایک نوجوان شخص جو ہندوستانی تھا۔ ولایت میں مجھے ملا۔ وہ اس وقت دہریت پر اتنا یقین اور وثوق رکھتا تھا۔ کہ ہر وقت خدا تعالیٰ کے وجود پر ہنسی اور تمسخر اڑاتا رہتا تھا۔ اور اس کی دین سے بے بہرگی کی یہ کیفیت تھی۔ کہ وہ ایک دفعہ کہنے لگا۔ ہندوستانی اتنے بے وقوف ہوتے ہیں۔ اتنے بیوقوف ہوتے ہیں کہ اب مجھے اپنے آپ کو ہندوستانی کہتے ہوتے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ اس پر ہندوستانیوں کی حماقت کی جو مثال اس نے مجھے سنائی وُہ میں آپ لوگوں کو بھی بتاتا ہوں۔ اسی سے آپ سمجھ سکینگے کہ اس کی دینی حالت کیا تھی۔ وہ کہنے لگا۔ ہم چند ہندوستانی دوست جب پہلے پہل تعلیم کے لئے ولایت آئے۔ اور مارسیلز میں اترے۔ تو ایک دوست نے کہا۔ یہاں ایک میوزیم ہے۔ چلو دیکھ لیں۔ چنانچہ ہم سب میوزیم دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ہی ہم وہاں سے ہا ہا ہی ہی کرتے اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھاگے میں نے کہا کیا ہوا۔ کہنے لگا۔ وہاں ننگی تصویریں تھیں۔ جنہیں ہم دیکھتے ہی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگے۔ مگر اب یہ حالت ہے۔ کہ ننگی عورتیں دیکھ کر بھی ہمارے دل میں کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ گویا اس نے بتایا۔ کہ جب ہم ہندوستان سے آئے تھے تو اتنے جاہل تھے۔ اتنے جاہل تھے۔ کہ ننگی تصویریں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ حالانکہ تہذیب کا کمال یہ ہے کہ انسان ننگی عورتوں کو دیکھے تو اس کی آنکھ تک نہ جھپکے۔ یہ اس کے نزدیک تہذیب اور شرافت کا معیار تھا۔ مگر دس بارہ سال کے بعد وہ ایک دفعہ مجھے ہندوستان میں ملا۔ اس وقت وہ ایک کالج کا پروفیسر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو اب تمہاری کیا حالت ہے۔ وہ کہنے لگا۔ مذہبی آدمی تو میں ہوں نہیں۔ لیکن میری اب وہ پہلی حالت نہیں رہی۔ چنانچہ طالب علموں سے پوچھ لیجئے۔ جب خدا تعالیٰ کے متعلق یہ کوئی اعتراض کرتے ہیں۔ تو میں انہیں کہتا ہوں کہ میں بھی ان راستوں سے گذر چکا ہوں۔ مگر میرا تجربہ یہی ہے۔ کہ

مذہب کو تسلیم کئے بغیر اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا

اب دیکھو اس کی یا تو وہ حالت تھی۔ اور یا یہ حالت ہو گئی۔ مگر اس کے اندر یہ تغیر کیوں ہوا؟ اسی لئے کہ کلّ مولودٍ یولد علی فطرۃ الاسلام کے مطابق ایک فطرتی نیکی اس کے اندر موجود تھی۔ جو بعد میں ظاہر ہو گئی۔ گویا فطرت پر پہلے ایک پالش چڑھا ہوا تھا۔ مگر جب وہ پالش اتر گیا۔ تو فطرت اپنی اصل حالت میں رونما ہو گئی۔ تو گناہ اور بدی اور افترار اور جھوٹ یہ ساری چیزیں ملمع ہیں۔ ورنہ اندرونی طور پر تمام انسان نیک ہوتے ہیں۔ جب تک ہم یہ نکتہ نہ سمجھ لیں۔ کلی طور پر ہم اصلاحِ عالم نہیں کر سکتے۔ یہ تو ممکن ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی کی بداعمالی کی وجہ سے اس کے متعلق یہ فیصلہ کر دے کہ وہ جہنمی ہے۔ مگر ایسی سزا بھی عارضی ہوگی۔ مستقل نہیں ہوگی۔ اگر یہ سزا مستقل ہوتی تو جہنم بھی مستقل ہوتا مگر خدا تعالیٰ نے جہنم کو مستقل نہیں رکھا بلکہ جنت کو مستقل رکھا ہے۔ اور اس طرح ہمیں بتایا ہے۔ کہ نیکی مستقل چیز ہے اور بدی عارضی چیز۔

جب ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ایسی اعلیٰ ملی ہے۔ تو یہ کتنے بڑے تعجب کی بات ہوگی۔ اگر وہی قوم جس کے سپرد اصلاحِ عالم کا کام ہو تھک جائے۔ اور کہے کہ لوگ اس کی بات نہیں مانتے یا اس لئے ہمت ہار کر بیٹھ جائے کہ وہ نیکی حاصل نہیں کر سکتی۔ یا اگر اس نے خود نیکی حاصل کر لی ہے۔ تو وہ دوسروں کے متعلق یہ خیال کرے۔ کہ وہ نیک نہیں بن سکتے۔ وہ کیوں یہ خیال نہیں کرتی۔ کہ اور لوگ خدا تعالیٰ کے سوتیلے بیٹے نہیں۔ وہ بھی اسی کی مخلوق ہیں۔ اور ان سے بھی خدا تعالیٰ محبت اور پیار رکھتا ہے۔ اگر وہ ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔ تو یقیناً ایک وقت ایسا آجائے گا۔ جبکہ وہ ہدایت پا جائینگے۔

تو مومن کو اپنی فطرت کی نیکی پر پورا بھروسہ اور یقین رکھنا چاہئیے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ صوفیاء نے کہا

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

بعض لوگ اسے حدیث قرار دیتے ہیں بعض اسے آثار میں سے قرار دیتے ہیں لیکن جو بھی ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس میں ایک نکتۂ معرفت بیان کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اس سے وحدت وجود کا استدلال کرتے ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ اس میں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر انسان اپنی فطرت کو سمجھ لے تو اسے خدا ضرور مل جاتا ہے۔ جب ایک انسان اس یقین پر قائم ہو جائے۔ کہ میری فطرت خدا تعالیٰ نے نیک بنائی ہے۔ اور مجھے اس نے اس لئے بنایا ہے۔ کہ اُس کا وصال مجھے حاصل ہو۔ تو فطرت کو خدا تعالیٰ نے ایسا طاقتور بنایا ہے۔ کہ اس یقین کے بعد وہ شیطان سے شکست نہیں کھا سکتا۔ اور جو شخص شیطان سے نہیں ہارتا۔ جنت اس کا ورثہ ہوتا اور جنت کا وہ ٹھیکیدار ہو جاتا ہے

پھر جب اسے اس بات پر یقین ہو جاتا ہے۔ کہ دوسرے لوگوں کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ تو وہ اس یقین کے بعد دوسروں کیلئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ اور ہر رنگ میں انہیں فائدہ پہنچانے کی کوشش اور سعی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے۔ کہ یہ لوگ بچ جائینگے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کسی گھر کو آگ لگی ہوئی ہو۔ اور چاروں طرف سے اس کے شعلے نکل رہے ہوں۔ اور انسان یہ سمجھ لے کہ اب اس گھر کے آدمیوں میں سے ہم کسی کو نہیں نکال سکتے تو وہ واقعہ میں کسی آدمی کو نہیں نکال سکتا لیکن جب کوئی شخص ایک عزم اور ارادہ کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میں کوشش تو کروں ممکن ہے بعض لوگوں کو میں نکال لاؤں۔ تو وہ آگ کے اندر داخل ہو کر بعض لوگوں کو واقعہ میں بچا لیتا ہے

ترسیل زر اور انتظامی امور کے متعلق مینیجر الفضل کو مخاطب کیا جائے۔ نہ کہ ایڈیٹر کو۔

اسی طرح اگر کسی کو یقین ہو۔ کہ لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور پھر وہ اپنی کوششیں جاری رکھتا ہے۔ تو اس کی تبلیغ بہت زیادہ موثر ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یقین سے خالی دل لے کر جاتا۔ اور لوگوں کو سمجھاتا ہے۔ تو اس کی تبلیغ میں کیا اثر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ گو تبلیغ کے لئے جاتے ہیں۔ مگر ان کا دل یہ کہہ رہا ہوتا ہے۔ کہ لوگوں نے تو ماننا ہی نہیں۔ اس طرح جب وہ لوگوں پر بھی بدظنی کرتے ہیں۔ اور اپنے خدا پر بھی بدظنی کرتے ہیں۔ تو ان کی تبلیغ میں کوئی برکت نہیں رہتی۔ اور وہ خالی ہاتھ گھر واپس آجاتے ہیں۔

آخر کیا فرق ہے

انبیاء کی تبلیغ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغ میں۔ کیا فرق ہے اولیاء کی تبلیغ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغ میں۔ کیا فرق ہے مومنوں کی تبلیغ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغ میں۔ فرق یہی ہے کہ مومن جب بولتا ہے۔ تو اس یقین اور وثوق سے بولتا ہے۔ کہ میں دنیا کو ہلا دونگا۔ میرے سامنے اگر پہاڑ بھی آئے۔ تو میں اسے اڑا دونگا۔ اور جو مخالف میرے سامنے ہے اس کی مجال نہیں کہ میرے ہاتھ سے جا سکے۔ وہ میرا شکار ہے۔ جو کہیں اور نہیں جا سکتا۔ میں اس کی بدی کا چولا پھاڑ دوں گا۔ اور اس کی حقیقی نیکی جو اس کی فطرت میں مرکوز ہے۔ نکال کر باہر رکھ دوں گا۔ لیکن دوسرا جب تبلیغ کرتا ہے۔ تو دل میں یہ بھی کہتا جاتا ہے۔ کہ میں یونہی تبلیغ کر رہا ہوں۔ ورنہ اس نے ماننا تو ہے نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے قلب کا اثر دوسرے شخص کے قلب پر بھی جا پڑتا ہے۔ اور وہ بھی کہتا ہے۔ کہ یہ بے شک تبلیغ کرے۔ میں نے اس کی بات نہیں ماننی۔ لیکن دل کے اندر سے نکلی ہوئی بات دوسرے کے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اور انسان خواہ کس قدر مخالف ہو۔ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اور اس میں انبیاء اولیاء کی کوئی تخصیص نہیں عام مومن پر بھی جب اس قسم کا وقت آتا ہے۔ تو اس کے ذریعہ قلوب میں ایسا تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اسے دیکھ کر حیرت آتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی ایک مثال

ہے۔ جو اس امر کو خوب واضح کر دیتی ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام کے سخت دشمن تھے۔ اتنے دشمن کہ وہ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے گھر سے چل پڑے۔ مگر ابھی راستہ میں ہی تھے۔ کہ کسی نے ان سے پوچھا۔ عمرؓ کہاں جا رہے ہو۔ وہ کہنے لگے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کام تمام کرنے چلا ہوں۔ اس نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اعتبار نہیں۔ تو گھر جا کر دیکھ لو۔ چنانچہ وہ اپنے بہنوئی کے گھر گئے۔ دیکھا۔ تو دروازہ بند تھا۔ اور اندر انہوں نے ایک صحابی کو بلایا ہوا تھا۔ جس سے وہ قرآن مجید سن رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دستک دی۔ انہوں نے دروازہ کھولا۔ تو حضرت عمرؓ اندر داخل ہو گئے۔ اور پوچھا۔ کہ بتاؤ کیا ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا۔ کچھ نہیں۔ وہ کہنے لگے کچھ کیوں نہیں۔ کوئی بات ضرور ہے۔ اور میں نے سنا ہے۔ تم مسلمان ہو چکے ہو۔ یہ کہتے ہوئے وہ غصہ میں آگے بڑھے۔ تاکہ اپنے بہنوئی کو ماریں جب وہ مارنے لگے۔ تو ان کی بہن اپنے خاوند کی محبت کے جوش میں ان کو بچانے کے لئے بیچ میں آگئیں۔ اہل عرب کی یہ فطرت نہیں تھی۔ کہ وہ عورت پر ہاتھ اٹھائیں۔ مگر حضرت عمرؓ چونکہ اپنے بہنوئی پر ہاتھ اٹھا چکے تھے۔ اس لئے روک نہ سکے۔ اور ضرب ماردی۔ جو بجائے اپنے بہنوئی کے ان کی بہن کو جا لگی۔ اور ان کے جسم سے خون ٹپکنے لگا۔ یہ دیکھ کر ان کی بہن جوش میں آگئیں۔ اور انہوں نے کہا۔ عمرؓ پھر ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لو۔ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے ڈر کی وجہ سے مسلمان عام طور پر ان سے کھل کر گفتگو نہیں کرتے تھے۔ مگر اس دن جب انہوں نے یقین اور وثوق سے بھرے ہوئے یہ الفاظ سنے۔ کہ تم نے جو کرنا ہے کر لو۔ ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور اب اسلام کو ہم ہرگز چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ تو گویہ

الفاظ ایک کمزور فطرت عورت کے منہ سے نکلے تھے۔ جو عام طور پر دوسرے کی حفاظت چاہتی ہے۔ مگر جب اس عورت نے یہ کہہ دیا۔ کہ میں عورت ہو کر یہ کہتی ہوں۔ کہ اب ہم اسلام پر قائم ہو چکے ہیں۔ تم نے جو کرنا ہے کر لو۔ تو یہ یقین اور وثوق ان کے دل کو کھا گیا۔ اور انہوں نے کہا۔ اچھا مجھے بھی بتاؤ کہ تم کیا سن رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ تم قسم کھاؤ۔ کہ اسکی بے ادبی نہیں کرو گے۔ انہوں نے یقین دلایا۔ کہ میں بے ادبی نہیں کروں گا۔ آخر انہوں نے اس صحابی کو جسے انہوں نے مکان میں پوشیدہ کر دیا تھا۔ اندر سے بلایا۔ اور قرآن شریف سنانے کے لئے کہا۔ انہوں نے قرآن کریم کی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔ چونکہ وہ اس سے پہلے اسلام کی صداقت کے متعلق ایک یقین اور وثوق کا نظارہ دیکھ چکے تھے۔ اور وہ یہ یقین بھری تبلیغ سن چکے تھے۔ کہ ہم اپنی جانیں دے دیں گے۔ مگر اسلام کو نہیں چھوڑیں گے۔ اور اس قسم کی تبلیغ انہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے قرآن کریم سنتے ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور وہاں سے اٹھ کر سیدھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں پہنچے۔ بعض صحابہ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور دروازہ بند تھا۔ کہ حضرت عمرؓ نے دستک دی۔ آپؐ نے پوچھا کون ہے۔ انہوں نے عرض کیا عمرؓ۔ صحابہ نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ شخص بڑا خطرناک اور لڑاکا ہے۔ دروازہ نہیں کھولنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ آپؐ کی کوئی بے ادبی کرے۔ مگر حضرت امیر حمزہؓ نے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے۔ اور بڑے بہادر انسان تھے کہا۔ دروازہ کھولو۔ ڈر کی کونسی بات ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا۔ کہ کھول دو۔ جب صحابہ رضؓ نے دروازہ کھولا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا استقبال کرنے کے لئے دروازہ تک تشریف لے گئے۔ اور جب حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے عمر

کیا اب تک تمہاری ہدایت کا وقت نہیں آیا؟ وہ ادھر اپنی بہن کے ایمان کا نظارہ دیکھ کر آئے تھے۔ ادھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب یہ فقرہ انہوں نے سنا تو ان کا جسم سر سے لیکر پیر تک ہل گیا۔ کیونکہ اس فقرہ میں گو بظاہر دو چار لفظ ہیں۔ مگر کیا یقین اور وثوق ہے۔ جو ان الفاظ سے ٹپک ٹپک کر ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ جس سچائی اور صداقت کو میں لے کر دنیا میں آیا ہوں۔ اسے جلد یا بدیر دنیا مان کر رہیگی۔ اور ہر ایک کا ایک وقت ہے۔ جس میں اسے ہدایت ملے گی۔ مگر اے عمر کیا تیرا وقت ابھی نہیں آیا۔ اس فقرہ کا سننا تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کے دل سے رہی سہی میل بھی دور ہو گئی۔ عمرؓ جیسے سخت گیر انسان پر بے انتہا رقت طاری ہو گئی۔ بے اختیار ان کی چیخیں نکل گئیں۔ اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ میں تو خادم ہونے کے لئے آیا ہوں۔

دیکھو یہ

یقین کا اثر

ہے۔ جو حضرت عمرؓ پر ظاہر ہوا۔ اور جس نے ان کے اندر ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا۔ وہ پہلے بھی وہی قرآن سنتے تھے۔ جو انہوں نے بعد میں سنا۔ مگر جب ان کے کانوں میں ایک عورت کی یہ آواز پہنچی کہ میں ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر اسلام کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ادھر انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فقرہ سنا۔ کہ جس سچائی کو میں لے کر آیا ہوں۔ ایک دن دنیا اسے ماننے پر مجبور ہو گی۔ وہ اسے قبول کئے بغیر رہ نہیں سکتی۔ گویا واقعات کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے رنگ میں پیش کیا۔ کہ جس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ تو اس یقین اور وثوق نے حضرت عمرؓ کی حالت بالکل بدل ڈالی۔

اسی طرح تاریخوں میں آتا ہے۔ کہ ایک شریر اور مفسد شخص تھا۔ جو گو مسلمان کہلاتا تھا۔ مگر اسلامی احکام پر ہمیشہ ہنسی اور تمسخر اڑاتا رہتا۔ لوگ اسے بہت سمجھاتے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ کئی سال کے بعد ایک دفعہ لوگوں نے اسے دیکھا۔ کہ وہ حج کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ اس کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ تو تو حج پر ہنسی کرتا اور مخول اڑایا کرتا تھا۔ مگر آج تو خود حج کرنے کے لئے آگیا

یہ تغیر تیرے اندر کس طرح پیدا ہو گیا - وہ کہنے لگا بے شک آپ لوگ مجھے سمجھایا کرتے تھے - مگر ہدایت کا کوئی خاص وقت ہوتا ہے ایک دن کا ذکر ہے - میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا - کہ گلی میں سے ایک شخص گزرا - جو نہایت ہی دردناک لہجہ میں یہ آیت پڑھتا جا رہا تھا - کہ الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ کہ کیا مومنوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا - کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بھر جائیں - معلوم نہیں اس کے دل کی اس وقت کیا کیفیت تھی - اور اس کے اندر کس قدر سوز اور درد بھرا ہوا تھا - کہ میں یہ آیت سنتے ہی تڑپ اٹھا - اور میں اپنے گناہوں سے توبہ کر کے چیخ کے ساتھ چل پڑا - تو صداقت اور یقین سے جو تبلیغ کی جاتی ہے - اس میں اور دوسری باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے - اور یہی وہ باتیں ہوتی ہیں جو دوسرے کے قلب کو بالکل صاف کر دیتی ہیں -

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک جنگ سے واپس تشریف لائے - تو کوئی دشمن جس کے دو بھائی اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں لڑائی میں مارے گئے تھے - اس نے اپنی تلوار لی اور

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں چل پڑا - ایک جنگل میں جب اسلامی لشکر پہنچا - تو تمام لوگ آرام کرنے کے لئے ادھر ادھر منتشر ہو گئے - صحابہؓ گو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ پہرہ رکھتے تھے مگر اس وقت انہوں نے خیال کیا - کہ یہاں جنگل میں کون دشمن آنے لگا ہے - اور سب ادھر ادھر درختوں کے نیچے سو گئے - رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی تلوار ایک درخت کی شاخ سے لٹکا دی - اور آرام کرنے کے لئے اس درخت کے نیچے سو گئے - وہ شخص جو تعاقب میں تھا اسی موقعہ کا منتظر تھا - وہ جھٹ ایک جھاڑی کے پیچھے سے نکلا - اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار اس نے اٹھا لی - آہٹ پا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی - اس نے جب آپ کو جاگتے دیکھا - تو تلوار سونت کر کہنے لگا بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے - رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لیٹے لیٹے ایک اطمینان

اور یقین سے فرمایا کہ اللہ - اللہ کا لفظ لوگ ہزاروں دفعہ استعمال کرتے ہیں - مگر کون ہے جس کے الفاظ میں وہ اثر ہو جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں تھا - آپ نے جس یقین اور وثوق سے یہ لفظ استعمال کیا - وہ تلوار سے زیادہ تیزی کے ساتھ اس کے دل میں اتر گیا - اور اس کا ایسا اثر اس پر پڑا - کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فوراً وہ تلوار اٹھا کر پکڑ لی - اور پھر اس کے سر پہ تلوار کھینچ کر فرمایا - بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے - اس نے جواب دیا - آپ ہی رحم کریں - تو کریں - آپ نے فرمایا - اے نادان تو نے پھر بھی سبق حاصل نہ کیا - کم از کم مجھ سے سن کر ہی تو یہ کہہ دیتا - کہ اللہ مجھے بچائے گا - اس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ یا تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آیا تھا - اور یا وہیں مسلمان ہو گیا -

تو دل سے نکلی ہوئی جو بات ہو - اس کا رنگ بالکل اور قسم کا ہوا کرتا ہے - لیکن اگر کسی کو اپنی بات پر ہی یقین نہ ہو - تو اس نے اثر کیا کرنا ہے - بسا اوقات ایسا ہوتا ہے - کہ ایک قوم میں صرف ایک بہادر آدمی ہوتا - اور ساری قوم کو زندہ کر دیتا ہے - لیکن کئی آدمی ایسے ہوتے ہیں - کہ وہ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں - کہ ہم اپنی جانیں دیدینگے مگر جب گھر سے نکلتے ہیں - تو ایک قدم ان کا آگے اٹھتا ہے اور ایک پیچھے - ایسے آدمیوں کا اپنی قوم میں کوئی اثر نہیں ہوتا - بلکہ لوگ انہیں ذلیل اور حقیر سمجھتے ہیں -

پس کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے فطرت انسانی پر

انسان کو کبھی بدگمانی نہیں کرنی چاہئیے

یہ امر اچھی طرح یاد رکھو کہ ہر قوم میں نیکی پائی جاتی ہے - نیکی پر تمہارا کوئی ٹھیکہ نہیں ہاں کامل ہدایت بے شک تمہارے سوا اس وقت کسی اور کے پاس نہیں - مگر فطرتی نیکی سے نہ ایک ہندو محروم ہے - نہ سکھ محروم ہے نہ عیسائی محروم ہے - نہ یہودی محروم ہے - یہی چیز ہے جو انسان کو ہدایت کی طرف لاتی ہے - اور فطرتی نیکی کا انسان کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے - جیسے انسان کے ساتھ اس کے

پیروں کا - پیر جب چلتے ہیں - تب تم اپنے کسی رشتہ دار یا دوست سے مل سکتے ہو - نہ چلیں تو نہیں مل سکتے - اسی طرح فطرتی نیکی ہی ہے جو کامل ہدایت تک پہنچاتی ہے - یہ نہ ہو تو کامل ہدایت کسی انسان کو نہ مل سکے -

پس بے شک خدا تعالیٰ کی کامل اور حقیقی محبت تمہارے دلوں میں ہی ہے - مگر اس کی محبت کی جو جستجو اور تڑپ ہے وہ ہر ایک شخص کے دل میں پائی جاتی ہے -

پس اپنے آپ پر بھی بدظنی نہ کرو - اور دوسروں پر بھی بدظنی نہ کرو - اور یاد رکھو کہ اگر تم اس نکتہ کو سمجھ جاؤ - تو تم اپنی بھی اصلاح کر لو گے - اور دوسروں کی بھی - کیونکہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس نے اپنی ذات کو نہیں پہچانا - اس نے خدا کو بھی نہیں پہچانا - اور جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا - اس نے خدا کو بھی پہچان لیا - جس

نے یہ سمجھا کہ میں گندہ ہوں - اور خدا تعالیٰ کو نہیں مل سکتا - وہ چونکہ اپنے آپ پر اور اپنے خدا پر بدظنی کرتا ہے - اس لئے واقعہ میں اس کی محبت سے محروم رہتا ہے مگر وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے - کہ ہر شخص کو خدا تعالیٰ نے اسی لئے بنایا ہے - کہ اس کی رضا کا وارث ہو - اور اس کی محبت کا حامل - اسے خدا تعالیٰ بہرحال مل جاتا ہے -

پس انسان کو چاہیئے - کہ اپنے متعلق - اور دوسرے لوگوں کے متعلق بدظنی کے مرض کو دور کرے - اور اپنے اندر ایک یقین اور وثوق پیدا کرے - تب ہی اس کے اندر امنگیں پیدا ہوں گی - اور تب ہی یہ لوگوں کی اصلاح کے کام میں کامیاب ہو گا - اور اگر یہ نہ ہو - تو انسان کی تمام کوششیں رائیگاں اور فضول چلی جاتی ہیں *

دعوت عمل

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ان ارشادات کے مطابق جو حضور متعدد خطبات میں فرماتے رہے ہیں - مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان کے زیر اہتمام تینتیسواں وقار عمل بروز جمعہ مؤرخہ ۲۵ صلح ۱۳۲۵ ہش / ۲۵ جنوری ۱۹۴۶ء بوقت ۸½ بجے صبح بمقام فضل عمر تجرباتی فارم نزد محلہ دارالسعت منایا جا رہا ہے - اس میں کسی کو کلام نہیں - کہ وقار عمل کی تحریک حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ہمارے فائدہ کے لئے جاری فرمائی ہے - اور اس میں شریک ہونا حضور کی آواز پر لبیک کہنا ہے - اس لئے تمام اراکین مجلس خدام الاحمدیہ قادیان اور دیگر احباب جماعت سے درخواست ہے کہ مقررہ تاریخ اور مقررہ وقت پر حاضر ہو کر وقار عمل میں شریک ہوں - اور حضور کی آواز پر عملی رنگ میں لبیک کہنے کا ثبوت دیں -

قائمقام مہتمم وقار عمل

عربی تقاریر میں مقابلہ

مؤرخہ ۲۴ صلح بروز جمعرات بعد نماز مغرب مسجد اقصےٰ میں عربی زبان میں مقررہ مضامین پر مختلف احباب تقاریر فرمائیں گے - ان میں سے اول - دوم اور سوم رہنے والوں کو انعامات پیش کئے جائیں گے - درخواست ہے کہ تمام علم دوست احباب اس اجلاس میں شرکت فرمائیں

خاکسار - ابوالعطاء جالندھری پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان

کیا آپ نے تبلیغی خط و کتابت کے لئے اپنا نام دیدیا ہے؟

اُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ

تبلیغ سے جنت قریب ہو سکتی ہے - اور اس کی آسان راہ یہ ہے - کہ آپ اپنی قابلیت دینی و دنیوی اور عہدہ سے مطلع فرمائیں - ہم آپ کو غیر احمدی و غیر مسلم احباب کے نام و پتے روانہ کریں گے - جن کو آپ تبلیغ بذریعہ خط و کتابت کر سکیں - شاید آپ اسی طرح کسی کی ہدایت کا موجب بن جائیں - اور گھر بیٹھے تھوڑا سا وقت صرف کر کے اور چند پیسوں میں ہی جنت حاصل کر سکیں - وباللہ التوفیق -

ناظر دعوت و تبلیغ

ڈاکٹر اقبال کا کھیل کھیلنے والے تبلیغ اسلام و احمدیت میں روک ہیں

اسلامی تعلیم کو اپنی زندگی کے ایک ایک جزو اور شعبہ میں رچاؤ

اور

اپنے عمل سے بھی تبلیغ کرو — کہ یہ تبلیغ بھی بہت مؤثر ہے

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ایک ارشاد کو احباب کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ہر احمدی سے امید کی جاتی ہے۔ کہ اگر اس کے دل میں خدا کا خوف اور دین کی غیرت ہے۔ تو امام وقت کے حکم کے مطابق فوراً اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کرے اور احمدیت کو اپنی کمزوریوں کی وجہ سے بدنام نہ کرے۔ خود اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے۔ اپنے بھائی میں تبدیلی پیدا کرائے تا ہر مخالف کو نمونہ پیش کر سکے۔ کہ احمدیت کے طفیل اسلامی تعلیم کو جسے دنیا چھوڑ چکی تھی اس نے پھر قائم کیا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کا نظریہ اسلام کو غالب کرنے والا نہ تھا۔ بلکہ مغربی فلسفہ کے زیر اثر اسلام کو مغلوب کرنے والا تھا۔

حضور فرماتے ہیں:۔ "پس جب تک اتحاد خیالات پیدا کرنے کی ہم کوشش نہیں کرتے وہ نتائج نہیں دیکھ سکتے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے مقدر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ آج نہیں تو کل ضرور رونما ہوں گے۔ مگر وہ کل ہمارے لئے خوشگوار نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم میں سے بہت سے وہی کھیل کھیل رہے ہیں۔ جو ڈاکٹر اقبال نے حال میں کھیلا ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ اگر کوئی نماز چھوڑ دے تو مسلمان رہ سکتا ہے اگر کوئی زکوٰۃ نہ دے۔ تو مسلمان رہ سکتا ہے اگر عورتیں پردہ ترک کر دیں تو مسلمان رہ سکتی ہیں۔ غرض اسلام کے ہر رکن کو ترک کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ نہ مانے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو پھر مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ ہم میں سے بھی کئی ہیں جو کہتے ہیں۔ ہم اگر اسلام کے کسی حکم پر عمل نہیں کرتے یا کسی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو کیا ہوا۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اگر کوئی اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے اور اس سے اسلامی احکام کے مطابق سلوک نہیں کرتا۔ تو وہ یہ کہہ دینا کافی سمجھتا ہے کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو تو مانتا ہوں۔ اگر کوئی اپنی بہنوں کو حصہ نہیں دیتا۔ تو کہہ دیتا ہے۔ میں حضرت مسیح موعودؑ کو مانتا ہوں۔ اگر کوئی اپنے بچوں کو تعلیم اسلامی طرز کے مطابق نہیں دلاتا۔ تو کہہ دیتا ہے میں حضرت مسیح موعودؑ کو تو مانتا ہوں۔ اگر کوئی ڈاڑھی منڈاتا ہے تو کہہ دیتا ہے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو مانتا ہوں۔ مگر ماننا کیا ہے خاک۔ جب وہ تفصیلی احکام نہیں مانتا۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے گودنے والے سے کہا تھا۔ کہ میری کلائی پر شیر گود دو۔ جب اس نے سوئی ماری۔ اور اسے درد ہوا تو کہنے لگا۔ کیا کر رہے ہو۔ گودنے والے نے کہا۔ شیر کا دایاں کان گودنے لگا ہوں۔ اس نے کہا۔ اگر دایاں کان چھوڑ دیا جائے تو پھر شیر رہتا ہے یا نہیں۔ گودنے والے نے کہا رہتا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اچھا اسے جانے دو اور آگے چلو۔ پھر اس نے سوئی ماری۔ تو کہنے لگا۔ اب کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا۔ شیر کا بایاں کان گودتا ہوں۔ کہنے لگا۔ اگر بایاں کان نہ ہو تو شیر رہتا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا ہاں رہتا ہے۔ کہنے لگا پھر آگے چلو۔ اسی طرح اس نے ہر عضو کے متعلق کہنا شروع کیا۔ آخر گودنے والے نے سوئی رکھ دی اور کہہ دیا۔ کہ اس طرح شیر کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ تو بے شک انسان کمزور ہے۔ اس سے قصور ہو جاتا ہے۔ مگر ایک قصور ہوگیا۔ دو ہوگئے۔ یہ کیا کہ ہر حکم کو چھوڑ دے۔ پھر اس میں اسلام کا کیا باقی رہ سکتا ہے۔ صرف یہ مان لینا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے نبی ہو سکتا ہے۔ اور یہ سمجھ لینا۔ کہ اس طرح اسلام دنیا میں غالب آجائے گا۔ ایسا ہی ہے۔ جیسا ڈاکٹر اقبال کا یہ کہنا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان لینے کے بعد پھر خواہ کچھ کرو کوئی حرج نہیں۔ اور اسلام غالب آجائیگا۔ پس ہمارا فرض اسلام کو اس کی جزئیات سمیت قائم کرنا ہے۔"

حضور کی یہ ایک پرانی تقریر ہے جس کا اقتباس پیش کیا گیا ہے۔ اور اس وقت سے اب تک جماعت نے کافی کمزوریاں ترک کر دی ہوئی ہیں۔ تاہم ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنی اور اپنے دوسرے کمزور بھائی کی اصلاح کرے۔ (ناظر دعوت و تبلیغ)

احیاء اسلام کیلئے میں حضور کے مطالبہ پر اپنا سب کچھ حاضر کرنیکو بسرو چشم حاضر ہوں

(۱) ضلع لائل پور کے ایک پٹواری مال جو کہ دس سال تک حصہ لیتے رہے ہیں۔ اور گیارھویں سال میں بیس روپیہ کا وعدہ کیا۔ جو دسویں سال سے زیادہ تھا۔ مگر گیارھویں سال کی رقم بوجہ بلا تنخواہ رخصت پر رہنے اور دیگر مجبوریوں کے باعث ادا نہ کر سکے تھے۔ اب قرض لیکر ادا کرتے ہوئے بارھویں سال کا وعدہ گیارھویں سال کی رقم پر اضافہ سے کرتے ہیں۔ وہ احباب جنہوں نے گیارھواں سال ابھی ادا نہیں کیا۔ اور ادا کرنے والے ہیں۔ انہیں یاد رہے۔ کہ بارھویں سال کا وعدہ کرنے کی اجازت ہے۔

(۲) بابو محمد جمیل خاں صاحب لاہور چھاؤنی نے گیارھویں سال میں اپنا اور گھر والوں کا ملا کر ۵۷/- روپے کا وعدہ کیا تھا۔ جو ادا کر دیا۔ اب حضور کا بارھویں سال کا خطبہ پڑھ کر لکھا ہے۔ کہ میں بارھویں سال میں دسویں سال کی ادا کردہ رقم سے بڑھا کر ۸۱/۴ روپے کا وعدہ کرتا ہوں۔ چونکہ حضور فرما چکے ہیں۔ کہ "میں مخلصین سے کہتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اخلاص کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے بارھویں سال میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر وعدے لکھوائیں"۔ بابو صاحب نے دسویں سال سے ادا کردہ رقم سے بھی بارھویں سال میں بڑھایا ہے۔ پس احباب کو اپنے وعدے شاندار اضافہ سے پیش کرنے چاہئیں۔

(۳) ڈاکٹر بشیری صاحب عدن کا اپنا وعدہ بارھویں سال میں ۱۱۰۶/- اور ان کے گھر والوں کا ۳۵۰/- ہے۔ جو گیارھویں سال کے وعدے سے اضافہ کے ساتھ ہے۔ آپ ہر سال پہلے سال سے اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ ان کی بیگم صاحبہ اپنے امام کے حضور اپنے جذبات کا یوں اظہار کرتی ہیں۔ آج صبح تلاوت قرآن کریم کے بعد حضور انور کا ارشاد گرامی دربارہ چندہ تحریک جدید سال دوازدہم معلوم کر کے بے حد قلق ہوا۔ اس سلسلہ میں نہایت شرح صدر کے ساتھ حضور کے قدموں پر اپنا روپیہ۔ زیورات۔ پہننے کے کپڑے۔ اثاثۃ البیت۔ غرضیکہ ہر چیز جو میرے قبضہ میں ہے۔ قربان کرتی ہوں۔ تا حضور کے مقاصد عالیہ جو احیاء اسلام کے لئے ضروری ہیں۔ پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔ میں حضور سے التجا کرتی ہوں۔ اور یہ عہد کرتی ہوں۔ کہ حضور کے مطالبہ پر اپنا سب کچھ حاضر کرنے کو بسرو چشم تیار ہوں۔ میں نے جو کچھ عرض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔

(۴) حوالدار کلرک عبدالقدیر صاحب بہار لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ اور ہمیں حضور کے فیوض سے زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی توفیق بخشے۔ خاکسار اپنی دو ماہ کی آمد کے برابر ۱۶۴/- کا وعدہ بارھویں سال میں پیش کرتا ہے۔ رقم بھی انشاء اللہ جلدی ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(۵) جناب محمد سردار خاں صاحب اورنگ آباد دکن سے لکھتے ہیں:۔ آقائے نامدار قبل ازیں سال دوازدہم کا وعدہ گیارھویں سال سے بڑھا کر ۷۵/- کا کیا۔ اور اب حضور کا خطبہ پڑھ کر ۷۵/- کی بجائے ۱۵۲/- کا کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(۶) محترمہ بیگم صاحبہ کیپٹن محمد شفیق صاحب لاہور اپنا اور کیپٹن صاحب کا وعدہ چھ سو روپیہ پیش کرتی ہوں۔ ۲۰۰/- کا چیک بارھویں سال کا بھیج رہی ہوں۔ لکھا ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ چار سو روپیہ بھی مارچ تک ارسال ہوگا۔ تحریک جدید کے دفتر اول اور دفتر دوم کے مجاہدوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جو مخلصین اپنے وعدہ کی رقم ۳۱ مارچ تک مرکز میں داخل کر دیں گے۔ ان کے نام حضرت اقدس کے حضور دعا کے لئے پیش کئے جائینگے۔ اور ان کے نام السابقون الاولون کی صف اول میں ہونے کے سبب شائع بھی کر دیئے جائینگے۔ پس تحریک جدید کے احباب کو ۳۱ مارچ تک وعدے پورے کرنے کی ابھی سے فکر ہونی چاہیئے۔

(۷) جناب محمد سالم اکبر صاحب پنشنر پرگنہ ٹیم بنگال سے لکھتے ہیں۔ میری آمدنی ماہانہ ایک صد روپیہ پنشن ہے۔ میں نے جس وقت تحریک جدید میں شرکت کی۔ اس وقت دو صد تھی۔ پنشن پر آکر نصف رہ گئی۔ اگرچہ حضور نے فرمایا تھا۔ کہ احباب اس کے مطابق کمی کر سکتے ہیں۔ لیکن طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ کہ جو قدم آگے بڑھ چکا ہے۔ وہ پیچھے ہو۔ اس لئے میں نے گذشتہ سال میں گیارھویں سال تک اضافہ کے ساتھ دیا ہے۔ علاوہ دوسرے تمام چندوں کے اور شدید گرانی اور دیگر اخراجات۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ سب چندے پورے ہوتے رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتے رہیں گے۔ میرے بارھویں سال کا وعدہ معہ اہلیہ و دختر ۱۸۲/- کا ہے۔

ہر وہ جماعت جس نے تمام حالات میں دفتر اول کے بارھویں سال۔ اور دفتر دوم کے سال دوم کی فہرست بنا کر حضور کے پیش نہیں کی وہ ۷ فروری ۱۹۴۶ء تک پیش کر دے۔ سوائے ان جماعتوں کے کارکنوں کے جو الیکشن کے کام میں مصروف ہیں۔ ان کے لئے وعدوں کی آخری تاریخ ۲۸ فروری ہے۔

وصیتیں

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں۔ کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو۔ تو وہ دفتر کو اطلاع کردے (سیکرٹری مقبرہ بہشتی)

نمبر ۸۸۷۸۔ منکہ عبدالباسط ولد مولانا مولوی عبدالماجد صاحب قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۰۶ء ساکن بھاگلپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰-۷-۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میرے پاس یک صد روپیہ نقد ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائداد پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ثابت ہو۔ اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں بالعموم ملازمت کرتا رہتا ہوں۔ لیکن آجکل بیکار ہوں۔ جب بھی ملازمت ملے گی۔ تو مجلس کارپرداز کو اطلاع دوں گا۔ اور اس کی آمد کا دسواں حصہ تازیست داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ العبد:۔ عبدالباسط بقلم خاص ۱۱ شمس الہدیٰ روڈ۔ ڈاک سرکس کلکتہ۔ گواہ شد:۔ محمد شجاعت علی انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد:۔ سید ظفیر احمد سکرٹری وصایا۔ کلکتہ۔

نمبر ۸۳۹۱۔ منکہ حسن محمد ولد مہرتابا قوم ارائیں پیشہ زمینداری عمر ۴۸ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۱۶ء ساکن کوٹ رحمت خان ڈاکخانہ مومن ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶-۱-۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد ایک راس بھینس قیمتی ۴۰۰ روپیہ اور ایک راس بیل قیمتی ۳۰۰ روپیہ کل ۷۰۰ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز میری سالانہ آمد ۲۰۰ روپیہ کی ہے۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز جو جائداد آئندہ پیدا کروں گا۔ اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور جس قدر میرے مرنے پر جائداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ حسن محمد موصی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ شیخ محمد صدیق۔ چک ۵۰۲۔ جھال کوٹ رحمت خان۔ گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۹۱۲۱۔ منکہ محمد خان ولد چوہدری حسین خان صاحب قوم جوڑہ پیشہ کاشتکاری عمر ۲۴ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۱۳ء۔ ساکن گجو چک ڈاکخانہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵-۱۱-۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اراضی تعدادی پچاس کنال بلاشراکت غیری ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں آئندہ جو جائداد پیدا کرونگا۔ اس کی اطلاع دیتا رہونگا۔ اور میرے مرنے پر جسقدر میری جائداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد:۔ محمد خان موصی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ چوہدری اللہ دین بقلم خود گجو چک۔ گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۸۷۳۷۔ منکہ عبدالمجید ولد میاں اللہ دتہ صاحب قوم پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن گڑھی شاہو لاہور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱-۶-۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائداد نہیں۔ میرا اسوقت گذارہ صرف ماہوار تنخواہ پر ہے۔ جو مبلغ ۸/۴۸ ہے۔ اور مہنگائی الاؤنس ۱۹/۸ ہے۔ مذکورہ بالا تنخواہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آئندہ جو جائداد پیدا کروں گا۔ اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میرے مرنے پر جس قدر میری جائداد ثابت ہوگی۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی آمدنی کی کمی بیشی کے متعلق اطلاع دیتا رہوں گا۔ العبد:۔ عبدالمجید احمدی گڑھی شاہو لاہور گواہ شد میاں مجید احمد سکرٹری مال لاہور گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۸۷۷۷۔ منکہ جمعدار بشیر احمد۔ ولد چوہدری حسین خان صاحب مرحوم قوم وڑائچ۔ پیشہ ملازمت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸-۹-۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اس وقت میری موضع اکبرپور تحصیل و ضلع گورداسپور میں کچھ قلیل سی جائیداد بصورت زمین ہے جس کا صحیح اندازہ مجھے معلوم نہیں۔ لیکن وہ اراضی ہم تین بھائی اور دو بہنوں میں مشترکہ ہے۔ اس کے تقسیم ہونے پر جو حصہ مجھے ملیگا۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام کردوں گا۔ لیکن میرا گذارہ اس وقت صرف ملازمت پر ہے۔ جس کی ماہوار آمد ۸۰/- روپے ہے میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میری جو جائداد بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ جمعدار بشیر احمد ۱۱۵ گریزن کمپنی ۱۵ پنجاب رجمنٹ انبالہ چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ فضل الٰہی مہاجر قادیان مذہبی استاد ۱۵ پنجاب۔ گواہ شد:۔ صوبیدار عبدالوہاب جبلپور سی۔ پی۔

نمبر ۹۱۱۴۔ منکہ محمود احمد ولد چوہدری نور احمد صاحب قوم جٹ کاہلوں پیشہ ملازمت عمر ۲۶ سال پیدائشی احمدی چک ۹۹ شمالی سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱-۱-۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائداد نہیں۔ میری ماہوار آمد ۳۵/- روپیہ ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آمدنی کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اگر میرے مرنے پر کوئی جائداد ثابت ہوئی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ محمود احمد موصی ای کمپنی ۱۰۔ ٹی۔ بی ۱۵ پنجاب رجمنٹل سنٹر انبالہ چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ جمعدار بشیر احمد ۱۵ پنجاب رجمنٹ انبالہ چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ حوالدار کلرک ظفر اللہ خان ریکارڈز ۱۵ پنجاب رجمنٹ انبالہ چھاؤنی۔

نمبر ۹۱۱۵۔ قاضی محمد رضوان ولد قاضی محمد اکرم صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت اگست سنہ ۱۹۲۴ء ساکن گلیانہ ضلع راولپنڈی بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰-۱۱-۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہانہ آمد مبلغ ۸۲/- روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے پر جس قدر میرا متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ قاضی محمد رضوان ۱۱۲۲۹۵ ۴۲۶ ورکشاپ سیکشن آئی۔ اے۔ ای۔ ایم ای۔ ۸۵۴ انڈیپنڈنٹ برج کمپنی آئی۔ اے۔ ای۔ ایس۔ ای۔ ۱۷۔ کمانڈ۔ گواہ شد:۔ نائک روشن دین فرٹ

نمبر ۸۷۹۶۔ منکہ سلیمن بی بی زوجہ منشی خان صاحب قوم پٹھان عمر ۱۴ سال پیدائشی احمدی ساکن موضع کیرنگ ضلع پوری صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷-۷-۴۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد ایک بیگھہ اراضی زرعی قیمتی ۲۰۰ روپے زیورات نقرئی ۳۰ روپیہ۔ دین مہر مبلغ ۳۰۰ روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ میں اس کل جائیداد ۵۳۰ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ثابت ہوگی۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ:۔ سلیمن بی بی موصیہ۔ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ وارث علی چچا موصیہ۔ گواہ شد:۔ ہاردی خان چچا موصیہ گواہ شد:۔ حسین الدین خان برادر موصیہ۔ گواہ شد:۔ منشی خان خاوند موصیہ۔

نمبر ۸۲۷۷۔ منکہ رانی زوجہ برکت علی صاحب قوم جٹ عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت جنوری سنہ ۱۹۲۸ء ساکن چک ۴۹۵ ڈاکخانہ گنگاپور ضلع لائلپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴-۱-۴۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد میرا حق مہر ہے۔ جوکہ میں نے اپنے خاوند سے وصول کرلیا ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ:۔ رانی موصیہ۔ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ برکت علی۔ بقلم خود۔ خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ مقبول احمد انسپکٹر وصایا۔

آپ کیوں مایوس ہوتے ہیں
اگر آپ کا کوئی عضو کسی وجہ سے ضائع ہو چکا ہے۔ تو آپ ہمارے کارخانہ میں تشریف لاکر بہترین قسم کے
مصنوعی اعضاء لگوا کر اپنی آئندہ

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

لنڈن ۲۳ر جنوری۔ کل وزیر اعظم برطانیہ مسٹر اٹیلی نے ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ حکومت برطانیہ انڈونیشیا کی گتھی سلجھانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر روسی سفیر کو صورت حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ امید ہے ڈچ افسروں اور انڈونیشین لیڈروں کے درمیان بہت جلد صلح کی گفتگو شروع ہو جائیگی۔

چنگکنگ ۲۳ر جنوری۔ جنرل چیانگ کائی شیک نے کل امریکی سفیر جنرل جارج مارشل سے ملاقات کی اور بہت دیر تک سلسلہ گفتگو جاری رہا۔

یروشلم ۲۳ر جنوری۔ موجودہ مظاہرات کے پیش نظر برطانوی پولیس نے جو مختلف اہم مراکز پر متعین ہے۔ بہت سے لوگوں کو تفتیش کے لئے زیر حراست کر لیا ہے۔

یروشلم ۲۳ر جنوری۔ اینگلو امریکن فلسطینی کمشن کی اس تجویز کو عرب لیگ نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کہ ہر ماہ ڈیڑھ ہزار یہودیوں کو فلسطین میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔

بمبئی ۲۳ر جنوری۔ مسٹر سبھاش چندر بوس کا یوم پیدائش منانے کے لئے عوام نے جلوس نکالنے کی کوشش کی۔ مگر شہر میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی وجہ سے وہ ایسا کرنے کے مجاز نہ تھے۔ حکومت کی طرف سے عوام کو منتشر کرنے کے لئے آنسو رلانے والی گیس استعمال کی گئی۔ جب پولیس پر پتھر پھینکے گئے۔ تو پولیس کو لاٹھی چارج بھی کرنا پڑا۔ جس سے بارہ اشخاص مجروح ہوئے۔

لنڈن ۲۳ر جنوری۔ امید ہے۔ کہ کل اتحادی اقوام کی اسمبلی میں ایٹم پر کنٹرول کرنے کے بارے میں بحث ہوگی۔ جونہی اس پر کنٹرول کرنے کے لئے کمشن مقرر ہو گیا۔ امریکہ کے وزیر خارجہ مسٹر برنز واپس چلے جائینگے۔

دہلی ۲۳ر جنوری۔ حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ پھلوں کی پیداوار کو ترقی دینے کے لئے حکومت کا ایک نمائندہ آسٹریلیا جائے گا۔

لاہور ۲۲ر جنوری۔ مسٹر دینا ناتھ ڈائرکٹر آزاد ہند بنک رنگون جو ملٹری حکام کے زیر احکام لال قلعہ دہلی میں نظر بند تھے۔ ۱۹ر جنوری سے دہلی سے رہا ہو کر لاہور پہنچے۔ ان کو انڈین نیشنل آرمی کے ۳ افسروں کے خلاف مقدمہ میں بطور گواہ صفائی پیش کرنے کے لئے لایا گیا تھا۔ بعد میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس نظر بندی کے خلاف لاہور ہائیکورٹ میں ہیبس کارپس درخواست دائر ہو چکی تھی۔ ۱۵ر جنوری کو مسٹر جسٹس محمد منیر نے کمانڈر لال قلعہ دہلی کو نوٹس جاری کیا تھا۔

کراچی ۲۲ر جنوری۔ کراچی کے اخبار "سندھ" اور "زو" نے یہ خبر شائع کی ہے۔ کہ کراچی میں ہندوستانی ہوائی فوج کے دو ہزار ہندوستانی ملازموں نے یک شنبہ سے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ انہیں شکایت ہے۔ کہ ملازموں کو سست رفتاری سے فارغ کیا جاتا ہے۔ نیز ان سے زیادہ وقت کام لیا جاتا ہے۔

بمبئی ۲۲ر جنوری۔ آج بمبئی ہائیکورٹ نے مسٹر جوزف ڈی سوزا کی اس درخواست کو خارج کر دیا ہے۔ کہ ہائی کورٹ ریزرو بنک کو حکم جاری کرے۔ کہ ریزرو بنک نے ایک ہزار روپیہ کے نوٹ کے روپے دینے کا جو وعدہ کیا تھا اسے وہ بلا شرط پورا کرے۔

یروشلم ۲۲ر جنوری۔ فلسطین کے عرب اخبارات نے شاہ ابن سعود کا ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں انہوں نے کہا ہے۔ کہ ہم فلسطین کو عرب اور اسلامی ملک رکھنے کے لئے اپنی زندگیاں اپنے بچوں اور اپنی سلطنت کو قربان کر دیں گے۔ میں نے مسٹر چرچل اور صدر روزویلٹ کو صاف صاف بتا دیا تھا۔ کہ میں ان سے صرف فلسطین کے کاز کی حمایت کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اور کہ فلسطین کو یہودیوں کا ملک نہیں بنایا جا سکتا۔

پشاور ۲۲ر جنوری۔ لکی کو جانے والی ایک مسافر گاڑی کے نیچے ایک دیسی بم پھٹ گیا۔ یہ حادثہ بنوں سے دو میل دور پیش آیا۔ نقصان کی ابھی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

لاہور ۲۲ر جنوری۔ لاہور کارپوریشن کے چیف افسر نے ڈھول۔ طنبورہ۔ سنکھ یا طوطی یا پیتل کے کسی منہ سے بجنے والے ساز۔ گراموفون۔ لاؤڈ سپیکر۔ ریڈیو یا بجلی سے بجنے والے دوسرے ساز بجانے کی ممانعت کر دی ہے۔ شادی نکاح منگنی وغیرہ تقریبوں پر کوئی پابندی نہیں یہ حکم یکم اکتوبر سے ۳۱ مارچ تک موسم سرما میں ۱۱ بجے شب سے صبح ۷ بجے تک۔ اور یکم اپریل سے ۳۰ ستمبر تک۔ موسم گرما میں ۱۲ بجے رات سے صبح ۷ بجے تک نافذ العمل رہے گا۔ اس کے علاوہ کسی مذہبی ادارہ سے سو سو فٹ کے فاصلہ تک۔ اور ہسپتالوں کے نزدیک باجہ ڈھول بجانے کی ممانعت کر دی ہے۔

لنڈن ۲۲ جنوری انڈونیشیا میں ہالینڈ کے نئے مصالحتی وفد پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار آبزرور نے لکھا ہے کہ اب انڈونیشیا کے طویل تعطل کا خاتمہ بہت قرین قیاس ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اب انڈونیشیا کے عوام کے مطالبات کو بہت حد تک تسلیم کر لیا گیا ہے۔

محکمہ تعلیم لاہور ڈویژن کے افسروں کے اعزاز میں ٹی پارٹی

قادیان ۲۳ جنوری آج ساڑھے چار بجے شام جناب قاضی محمد عبد اللہ صاحب ناظر ضیافت نے "بیت الظفر" میں جناب سردار گیان سنگھ صاحب پی۔ ای۔ ایس اسسٹنٹ انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن اور ان کے رفقائے کار جناب سید دبیر حسین صاحب۔ جناب میاں فضل کریم صاحب۔ اور جناب سردار کرتار سنگھ صاحب کے اعزاز میں ٹی پارٹی کا انتظام کیا۔ جس میں جناب خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر اعلیٰ۔ جناب مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے۔ جناب سید زین العابدین صاحب ناظر امور عامہ۔ جناب سید محمود اللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر اور بعض دوسرے اصحاب بھی شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر جناب مولوی ابو العطاء صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے مختصر مگر مؤثر تقریر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کا مقصد اور مدعا دنیا میں حقیقی علم اور ایسا علم جس سے خدا تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو۔ قائم کرنا بیان کی۔ اور محکمہ تعلیم کے افسروں کا اس لئے شکریہ ادا کیا۔ اور ان کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ کہ وہ تعلیم کے متعلق ضروری ہدایات اور مشورے دیتے ہیں۔ اس کے بعد سردار گیان سنگھ صاحب نے فرمایا۔ میں اس عزت افزائی کا جو میری اور میرے رفقا کی کی گئی ہے۔ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یہ کہنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ کہ ہم نے یہاں آکر حضرت مرزا صاحب سے لے کر یہاں کے چھوٹے بچوں تک سے بہت کچھ سیکھا ہے اور یہاں کی علمی اور پر تہذیب فضا نے ہم پر بہت اثر کیا ہے۔ ہم نے قادیان کے متعلق سنا تو بہت کچھ تھا۔ مگر جو کچھ یہاں آکر دیکھا ہے وہ کسی اور جگہ نہیں دیکھا۔ اور اس کے لئے ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی ٭

بیرون ہند کے مخلص بھی اپنی حیثیت سے بڑھکر وعدے لکھوائیں

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہندوستان کی جماعتیں اپنے پیارے امام کے منشا مبارک کے ماتحت گیارھویں سال پر اضافہ کر کے وعدے کر رہی ہیں۔ اور بعض افراد نے گیارھویں سال کی رقم پر نمایاں اضافہ کر کے پیش کیا ہے۔ بیرون ہند کی جماعتوں سے ابھی وعدے آنے والے ہیں۔ امید ہے۔ کہ وہ اپنے پاک امام کے ارشاد پر کہ "میں مخلصین سے کہتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اخلاص کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے بارھویں سال میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر وعدے لکھوائیں" شاندار اور نمایاں اضافہ کے ساتھ وعدے کریں گے۔ عدن کی جماعت سے -/۳۵۹۵ روپے کی فہرست آئی ہے۔ وہاں کے اکثر احباب ہر سال پہلے سال سے اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ امید ہے۔ بیرون ہند کے دوسرے احباب بھی گیارھویں سال پر اضافہ کریں گے۔ اور جن کا گیارھویں سال کا وعدہ ان کی اپنی آمد کی حیثیت سے کم ہے۔ وہ بارھویں سال میں اس کمی کا نمایاں اضافہ کر کے ازالہ کریں۔ اور دفتر دوم میں جو احباب شامل نہیں۔ انہیں شامل کریں گے۔

(برکت علی خاں فنانشل سیکرٹری تحریک جدید)

قاہرہ ۲۲ جنوری سلطان ابن سعود سکندریہ کی سہ روزہ سیر سے فارغ ہو کر آج قاہرہ پہنچ گئے مصر میں آپ کی دوازدہ روزہ سیاحت آج ختم ہو جائے گی اور آپ مراجعت فرمائے جزیرۃ العرب ہو جائیں گے۔

نئی دہلی ۲۲ جنوری۔ گورنمنٹ نے بڑے نوٹوں کے خلاف جو آرڈیننس جاری کیا۔ اس سے غالباً ایک ہی اخبار نویس ہے جس پر سب سے زیادہ مصیبت نازل ہوئی۔ نواب عبد اللہ خاں ڈائرکٹر روزنامہ ہمدم لکھنؤ نے سارا سرمایہ ہزار ہزار اور دس دس ہزار کے نوٹوں سے جمع کر رکھا تھا جس کی تعداد ۱۲½ لاکھ روپیہ تھی بینک کو بھنانے کے لئے بھیجا۔ مگر سب بنکوں نے انکار کر دیا۔